معاہدۂ اوسلو ثانی: خود مختاری کا دھوکہ

مسلم سجاد

معاہدہ اوسلو نے جس کے طرز پر مسئلہ کشمیر حل کرانے کی بازگشت آج کل سنائی دے رہی ہے' اہل فلسطین کو خود مختاری کے نام پر کیا دیا ہے؟ مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام اور عرب ممالک کے اسرائیل سے تعلقات کی بحالی کے لیے اس معاہدے کو بنیاد بنایا جا رہا ہے۔ فلسطینیوں کے سامنے یہ نقشہ پیش کیا جا رہا ہے کہ جیسے ان کی آزاد ریاست قائم ہو گئی ہے اور مغربی کنارے سے اسرائیل کا قبضہ ختم ہو گیا ہے — آنکھوں میں دھول جھونکنا ہو تو الگ بات ہے' ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ ۲۸ ستمبر کو رابن اور عرفات نے امریکی سرپرستی میں جس معاہدۂ اوسلو ثانی پر دستخط کیے ہیں اس نے اسرائیلی قبضہ کو قانونی قرار دینے اور مستحکم کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔ پہلے معاہدہ میں جو امور غیر طے شدہ چھوڑے گئے تھے' وہ اب اسرائیل کے حق میں طے کر دیے گئے ہیں۔ اس معاہدے کی رو سے اسرائیل مغربی کنارے کے ۷۲ فیصد علاقے اور ۸۶ فیصد فلسطینیوں پر اپنا کنٹرول اور حکومت باقی رکھے گا۔ اسرائیل نے صرف ۶ قصبات سے اسرائیلی فوج کے انخلا' ہیبرون کے حساس شہر سے جزوی انخلا اور ۴ سو متفرق دیہاتوں سے اپنا سول کنٹرول ختم کرنا تسلیم کیا ہے۔ فلسطینیوں کو صرف ۴ فیصد رقبے پر اور ۲۳ فیصد آبادی پر کنٹرول حاصل ہو رہا ہے۔

طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسرائیل کو پی۔این۔اے (فلسطینی نیشنل اتھارٹی) کے کسی بھی فیصلہ کو ویٹو کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس طرح اپنا قبضہ برقرار رکھ کر اسرائیل نے یہ اختیار حاصل کر لیا ہے کہ وہ ان علاقوں میں ترقی کے راستے مسدود کرنے کی اپنی روایتی پالیسی کو جاری رکھے۔ یہ اقدامات اس نوعیت کے ہیں کہ نہ صرف یہ علاقے پسماندہ رہیں بلکہ یہاں ترقیاتی کام کیے ہی نہ جا سکیں۔ اسرائیل کا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کی زمین اور وسائل کو یہودی ریاست کا حصہ بنایا جائے اور فلسطینیوں کو اسرائیلی ریاست کی تعمیر میں مزدوروں کی طرح استعمال کیا جائے۔ مقامی آبادی سے سب کچھ چھین لیا جائے تاکہ وہ خود مجبوراً جلاوطن ہو جائیں۔ ۱۹۶۷ء سے اب تک اسرائیل نے مغربی کنارے اور غزہ کی ۵۰ فیصد سے زیادہ زمینوں پر یہودیوں کو آباد کیا ہے۔ ہزاروں دیہاتیوں کو ان کی زمین سے محروم کر دیا ہے اور

زرعی معیشت کو اسرائیل پر منحصر معیشت میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسرائیل نے مغربی کنارے کے چشموں کے ۸۰ فیصد اور غزہ کے ۹۰ فیصد پانی کو اپنے استعمال میں لے کر کئی علاقوں کو بنجر کر دیا اور فلسطینی پینے کے پانی کو بھی ترس گئے۔ ۱۹۹۰-۱۹۹۱ میں اسرائیل نے ایک لاکھ ۲۰ ہزار مزدوروں کو کام پر لگایا' اب یہ تعداد کم کر کے ۲۰ ہزار کر دی گئی ہے۔ آج مغربی کنارے کے علاقوں میں ۵۰ فیصد اور غزہ کے علاقے میں ۶۰ فیصد بیروزگاری ہے۔

اسرائیل نے زمین' پانی اور مزدوروں کا ایک پالیسی کے تحت اس طرح استعمال کیا ہے کہ اسرائیل کی زرعی اور صنعتی پیداوار کو تحفظ ملے اور فلسطینیوں کے لیے اپنی آزاد زرعی اور صنعتی معیشت کا قیام ناممکن ہو۔ اسرائیل نے فلسطینیوں کے کام آنے والے عرب بنک بند کر دیے اور اسرائیلی بنکوں سے ان کے لیے قرضوں کا حصول ناممکن بنا دیا۔ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق جان بوجھ کر غیر معمولی زائد ٹیکس عائد کیے گئے اور پھر زبردستی وصول کیے گئے تاکہ بچت سے سرمایہ کاری نہ کی جا سکے۔ ترقی کی راہیں مسدود کرنے کے لیے موجود انفرا اسٹرکچر اور ضروری اداروں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ شہری آبادی کی ضروریات کے لیے کچھ نہیں کیا گیا اور دیہاتوں کو پانی' بجلی اور سڑکوں کے بغیر رہنے دیا گیا۔ اسکول اور ہسپتال بہت کم تعداد میں کھولے گئے۔

اسرائیل کی پالیسیاں 'کامیابی' سے ہمکنار ہوئی ہیں اور قبضہ کے پہلے ۲۰ برسوں میں ۲ لاکھ ۵۰ ہزار فلسطینی اپنا ملک چھوڑ گئے۔ معاہدۂ اوسلو کے بعد بھی اسرائیل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان علاقوں میں ترقی نہ ہونے دے۔ دو سال قبل پہلے اوسلو معاہدے پر دستخط کے بعد سے اسرائیل نے بار بار ویٹو استعمال کیا ہے تاکہ فلسطینیوں کی قیمت پر اسرائیلی مصنوعات کو تحفظ دے۔ ایسے وقت میں جبکہ فلسطینی تعمیرات کرنا چاہتے ہیں' اردن اور مصر سے سستے سیمنٹ کی درآمد پر پابندی ہے۔ اسرائیل مغربی کنارے اور غزہ پر اپنے دعوے سے دستبردار نہیں ہوا ہے۔ عملاً اس کا اختیار قائم ہے۔ فلسطین کی پوری سرزمین پر عظیم تر اسرائیل کا خواب آج بھی صیہونیوں کی منزل ہے۔

اسرائیل کی اصل کامیابی اور اس معاہدہ کا اصل نقصان یہ ہے کہ آزادی کی جدوجہد کرنے والے حماس کے نوجوان اب خود فلسطینیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ قوم کو فروخت کرنے والے اور سستا فروخت کرنے والے 'راہ نما' آج امت مسلمہ کے تقریباً ہر ملک میں اقتدار سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہی آج کی ملت اسلامیہ کا المیہ ہے (ماخوذ از مائیکل جینسن The Second Oslo Award' روزنامہ ڈان کراچی)